نوٹ

24

سودا

شاعر کا تعارف

مرزا محمد رفیع سودا1713ء میں دلّی میں پیدا ہوئے۔ ان کے آباء واجداد کابل سے تجارت کی غرض سے آئے تھے اور ہندوستان میں بس گئے تھے۔ سودا کے والد مرزا محمد شفیع سوداگر تھے۔ سودا نے قدیم رسم و رواج کے مطابق عربی، فارسی کی تعلیم حاصل کی۔ روزگار کی تلاش میں انہوں نے فوج میں نوکری کر لی اور سپاہی ہو گئے۔ مگر جلد ہی ملازمت سے الگ ہو گئے۔ سودا بچپن ہی سے ذہین اور موزوں طبع تھے۔ کچھ عرصہ شاہ حاتم کے شاگرد رہے۔ اپنی دہانت کی وجہ بہت جلد نام پیدا کیا۔ دہلی کے بادشاہ شاہ عالم آفتاب بھی سودا سے اصلاح لیا کرتے تھے۔ سودا کی شہرت سُن کر نواب شجاع الدولہ نے انہیں لکھنؤ آنے کی دعوت دی۔ انہوں نے اس وقت تو جانے سے انکار کر دیا لیکن جب حالات ناساز گار ہوئے تو لکھنؤ تشریف لے گئے۔ وہاں انہوں نے اپنی صلاحیتوں کے جوہر دکھائے اور بدلے میں انعام واکرام اور خوب داد و تحسین پائی۔ نواب شجاع الدولہ کے انتقال کے بعد ان کے صاحبزادے آصف الدولہ نے ان کی خاطر خواہ عزت افزائی کی اور وہیں ستر سال کی عمر میں ان کا انتقال ہوا۔

سودا بڑے باکمال اور قادر الکلام شاعر تھے۔ انہوں نے غزلوں میں طبع آزمائی کی اور ایک مخصوص انداز اختیار کیا جس میں درد مندی کی جگہ شوخی، سوز و گداز کی جگہ نشاط نمایاں ہے۔ سودا نے مرثیہ نگاری بھی کی اور مسدس کی شکل میں مرثیوں کی باقاعدگی عطا کی۔

سودا مزاجاً قصیدے کے شاعر ہیں۔ ان کے مزاج میں شوخی، درّاکی اور جوش و ولولہ تھا۔ اس لیے وہ قصائد میں بہت کامیاب ہوئے۔ ان کا مرتبہ قصیدہ گوئی میں سب سے بلند ہے۔ ان کے قصائد شوکتِ الفاظ، تازگی مضامین اور بلند خیالی کی وجہ سے فصاحت و بلاغت کے اعلیٰ نمونے ہیں۔

آج جو قصیدہ آپ پڑھنے جا رہے ہیں وہ انہوں نے نواب غازی الد ں کی شان میں لکھا تھا۔ یہ قصیدہ تو کافی لمبا ہے۔ اس کا کچھ حصہ آپ پڑھیں گے۔

نوٹ

مقاصد

اس قصیدہ کو پڑھنے کے بعد آپ:

- اس قصیدہ کو سمجھ کر اس کا مطلب بیان کرسکیں گے؛
- اشعار کی تشریح و تحسین کرسکیں گے؛
- مختلف صنعتوں سے واقف ہو کر ان کی تعریف بیان کرسکیں گے؛
- سوداؔ کی قصیدہ نگاری پر اظہارِ خیال کرسکیں گے۔

24.1 اصل سبق

آیئے ایک بار پورا قصیدہ پڑھ لیتے ہیں۔

فجر ہوتے جو گئی آج مری آنکھ جھپک
دی وہیں آکے خوشی نے درِ دل پر دستک
پوچھا میں، کون ہے؟ بولی کہ میں ہوں غافل
نہ لگے شوق میں جس کے، کبھو شائق کی پلک

سن کے یہ مژدۂ جاں بخش جو میں کھولی آنکھ
اشعۂ نور کی سی، مجھ کو نظر آئی جھلک
آنکھیں مل کرکے جو دیکھوں ہوں تو اک بادلہ پوش
سرسے لے، غرق جواہر میں وہ ہے پانو تلک

چہرے پہ ایسی ہے گرمی کہ شب و روز جسے
باؤ کرتی ہی رہے دامن مژگاں کی جھپک
زلفیں یوں بکھری ہوئی چہرے پہ مانگیں تھیں دل
جس طرح ایک کھلونے پہ ہٹیں دو بالک
کرکے دریافت یہ مجھ سے، کہا اس نے کہ مگر
سمع میں تیرے یہ مژدہ نہیں پہنچا اب تک

در: دروازہ
دستک: دروازہ پر ہاتھ مارنا تاکہ آواز نکلے کھٹکھٹانا
غافل: بے خبر
شوق: خواہش، رغبت
شائق: آرزومند
مژدہ: خوش خبری
جاں بخش: تازگی دینے والا
اشعہ: روشنی کی لپک
نور: روشنی
بادلہ: سونے چاندی کے تار سے بنا ہوا لباس
پوش: پہنے ہوئے
غرق: ڈوبا ہوا
جواہر: جوہر کی جمع قیمتی پتھر
باؤ: ہوا
دامن: آنچل
مژگاں: مژہ کی جمع، پلک
بالک: بچہ

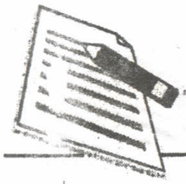

نوٹ

آج اس شخص کی ہے سالگرہ کی شادی
کہ بہ صورت ہے وہ انسان، بہ سیرت ہے ملک
یعنی نواب سلیماں فرد نام آصف جاہ
عہد میں جس کے، یہ غیور، بزرگ و کوچک

ہو گہر بار تجھ آگے، جو سحاب نیساں
برق ہوکر متبسم اسے مارے چشمک
حلم تیرے کے، جو ہم وزن فلک سے کچھ شئے
ڈال دیوے ز رہِ سہو وخطا کوئی ملک

صدمہ ایسا کمر گاوِ زمیں کو پہنچے
شاخیں ہر چند وہ کھنچوائے تو نکلے نہ کسک
تجھ کو للکار کے میداں میں صف مرداں کی
سامنے آئے ترے، کون ہے ایسا مردک

ختم کر اب تو دعائیہ پہ سوداؔ یہ کلام
آ میں کرنے کو گئے بابِ اجابت پہ ملک
یا الٰہی جو یہ تیرا ہے چراغِ دولت
تاابد اس سے منور رہے قندیل فلک

24.2 متن کی تشریح

فجر ہوتے جو گئی آج مری آنکھ جھپک
دی وہیں آکے خوشی نے درِ دل پر دستک
پوچھا میں، کون ہے؟ بولی کہ میں ہوں غافل
نہ لگے شوق میں جس کے، کبھو شائق کی پلک

یہ اشعار تشبیب (تمہید) کے ہیں۔ شاعر نے نہایت خوبصورت اور نیا انداز اختیار کیا ہے۔ قصیدے کی شروعات وہ اس طرح

سمع: کان سننے کی طاقت
شادی: خوشی
ملک: فرشتہ
عہد: زمانہ، دور
غیور: غیرت مند
کوچک: چھوٹا، کوتاہ
سحاب: بادل
نیساں: بیساکھ کا موسم
برق: بجلی
متبسم: مسکرانے والا
چشمک: آنکھ کا اشارہ
حلم: بردباری
ہم وزن: برابر وزن کا
فلک: آسمان
سہو: بھول
خطا: غلطی
گاوِزمین: وہ بیل جس کی سینگ پر زمین ٹکی ہوئی بتائی جاتی ہے
مرداں: مرد کی جمع، بہادر جوان
مردک: کم ہمت
باب: دروازہ
اجابت: قبولیت
بابِ اجابت: قبولیت کا دروازہ
منور: روشن
تاابد: ہمیشہ

کرتا ہے کہ فجر کے وقت جب وہ ہلکی نیند میں تھا تو اس نے کسی کو اپنے بہت قریب محسوس کیا۔ اس نے آنکھیں بند کئے ہوئے ہی پوچھا۔ تم کون! اس نے جواب دیا ''بڑی حیرت کی بات ہے کہ تم مجھے نہیں پہچانتے۔ میں وہ چیز ہوں جس کی طلب لوگوں کو بے چین رکھتی ہے۔ میری چاہت کسی کو سونے نہیں دیتی۔ میری خواہش ہر شخص کے دل میں ہوتی ہے۔ میرا نام خوشی ہے۔''

24.3 زبان کے بارے میں

آنکھ جھپکنا محاورہ ہے۔ اس کے معنی ''نیند آنا'' ہے۔ ہلکی نیند میں جب کوئی شخص ہو، نہ تو پوری طرح سو رہا ہو اور نہ پوری طرح جاگ رہا ہو۔ اس کیفیت کو بیان کرنے کے لیے ''آنکھ جھپکنا'' استعمال کرتے ہیں۔

شاعر نے دوسرے شعر میں شوق اور شائق کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ دونوں کا اصل ایک ہے۔ (ش و ق) جب کلام میں اس طرح کے الفاظ لائے جائیں جن کا اصل ایک ہو تو اسے صنعتِ اشتقاق کہتے ہیں۔

24.4 متن کی تشریح

سُن کے یہ مژدۂ جاں بخش جو میں کھولی آنکھ
اشعۂ نور کی سی مجھ کو نظر آئی جھلک
آنکھیں مل کر کے جو دیکھوں ہوں تو ایک بادلہ پوش
سر سے لے غرق جواہر میں وہ ہے پانو تلک

یہ اشعار بھی تشبیب کے ہیں۔ شاعر کہتا ہے کہ جب میں نے یہ خوشخبری سنی کہ خوشی میرے پاس خود چل کر آئی ہے تو میں نے فوراً آنکھیں کھول دیں۔ مجھے روشنی کی ایک لپک نظر آئی۔ میں نے آنکھیں مل کر کے غور سے اس لپک کو دیکھا تو خوشی کو انسان کے روپ میں پایا۔ وہ سونے اور چاندی کے تاروں سے بنے ہوئے کپڑے پہنے ہوئے تھی اور سر سے پاؤں تک ہیرے، موتیوں اور جواہرات سے سجی ہوئی تھی۔ چونکہ شاعر نے خوشی کو انسانی روپ دیا ہے چنانچہ اسی مناسبت سے اس کے جسم، پہناوے اور زیورات کا ذکر کیا ہے۔

24.5 زبان کے بارے میں

شاعر نے پہلے مصرعہ میں ''میں آنکھ کھولی'' استعمال کیا ہے حالانکہ قواعد کی رو سے ''میں نے آنکھ کھولی'' ہونا چاہیے۔ ایسا شاعر نے ایک تو ضرورتِ شعری کی بنا پر کیا ہے، دوسرے یہ کہ اس زمانے میں اس طرح کی زبان استعمال کی جاتی تھی۔

نوٹ

24.6 متن کی تشریح

چہرے پہ ایسی ہے گرمی، کہ شب و روز جسے
باؤ کرتی ہی رہے دامن مژگاں کی جھپک
زلفیں یوں بکھری ہوئی چہرے پہ مانگیں تھیں دل
جس طرح ایک کھلونے پہ ہٹیں دو بالک

یہ اشعار بھی تشبیب کے سلسلے ہیں۔ شاعر خوشی کا سراپا یوں بیان کر رہا ہے کہ اس کا چہرہ تمتما رہا ہے اور پلکیں اس کی تمتماہٹ کو کم کرنے کے لیے پنکھا جھلتی رہتی ہیں۔ اس کے چہرے پر بالوں کی لٹیں اس طرح بکھری ہوئی ہیں کہ بے اختیار دل اس کی طرف کھنچ رہا ہے۔ اس سے اس کی خوبصورتی بہت بڑھ گئی ہے اور ہر دل اسے پانے کے لیے مچل رہا ہے۔ جس طرح دو بچے ایک ہی کھلونے کے لیے ضد کرتے ہیں اور اڑ جاتے ہیں کہ اسے لے کر ہی رہیں گے، اس کے چہرے کے دونوں طرف زلفیں اس طرح چمٹی ہوئی تھیں جیسے ایک کھلونے کو پانے کے لیے دو لڑکے ضد کرتے ہیں۔

24.7 زبان کے بارے میں

شاعر نے پلکوں کے جھپکنے کو پنکھا جھلنے سے تشبیہ دے کر ایک خوبصورت انداز بیان اختیار کیا ہے۔
بالک ہندی زبان کا لفظ ہے۔ اس کے معنی ''بچے'' کے ہیں۔ بال ہٹ کا استعمال اس بنا پر کیا گیا ہے کہ بچوں کی ضد کافی مشہور ہے۔ جب وہ کسی چیز کے لیے اڑ جاتے ہیں تو اسے لے کر رہتے ہیں۔

متن پر سوالات 24.1

1. شاعر کے دل کے دروازے کو کس نے کھٹکھٹایا؟
   (الف) شوق
   (ب) خوشی
   (ج) دوست

2. صنعت اشتقاق کسے کہتے ہیں؟
   (الف) جب کلام میں ایک ہی اصل کے بہت سے الفاظ استعمال کیے جائیں۔
   (ب) جب کلام میں ایک ہی اصل کا صرف ایک لفظ استعمال کیا جائے۔
   (ج) جب کلام میں مختلف قسم کے الفاظ استعمال کیے جائیں۔

نوٹ

3. خوشی شاعر کے پاس کس لباس میں آئی؟

(الف) سونے چاندی کے تاروں سے بنے لباس میں۔

(ب) چاند ستاروں سے مزین لباس میں۔

(ج) لوہے کی سلاخوں سے بنے ہوئے لباس میں۔

4. ''بالک'' کس زبان کا لفظ ہے؟

(الف) انگریزی

(ب) ہندی

(ج) فارسی

24.8 متن کی تشریح

کر کے دریافت یہ مجھ سے کہا اس نے کہ مگر
سمع میں تیرے یہ مژدہ نہیں پہنچا اب تک
آج اس شخص کی ہے سال گرہ کی شادی
کہ بہ صورت ہے وہ انسان بہ سیرت ہے ملک
یعنی نواب سلیمان فرد نام آصف جاہ
عہد میں جس کے، یہ غیور بزرگ و کوچک

یہ اشعار گریز کے ہیں۔یعنی وہ اشعار جن کے ذریعے شاعر قصیدہ میں تشبیب سے اصل مدعا کی طرف آتا ہے اور اپنے ممدوح کی تعریف کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔شاعر کہتا ہے کہ خوشی نے مجھ سے کہا کہ کیا یہ خوش خبری ابھی تک تجھ کو نہیں ملی کہ آج ایک عظیم شخص کی سالگرہ ہے۔وہ شخص صورت سے انسان ہے اور سیرت میں فرشتہ صفت ہے۔وہ بہت نیک دل اور شریف انسان ہے۔ان کا نام نواب سلیمان آصف جاہ ہے۔ان کی خوبیوں سے کوئی انکار نہیں کرسکتا۔وہ بہت سخی اور فراخ دل ہے۔اس نے اپنی رعایا کو مالا مال کردیا یہ اس لیے اس کے عہد میں کسی کو ہاتھ پھیلانے اور سوال کرنے کی ضرورت نہیں۔چنانچہ سبھی غیرت مند ہوگئے۔

24.9 زبان کے بارے میں

دوسرے شعر میں شاعر نے اپنے ممدوح کو سیرت میں ملک یعنی فرشتہ قرار دیا ہے۔ یہ مبالغہ ہے۔ مبالغہ کسی بات کو بڑھا چڑھا کر بیان کرنے کو کہتے ہیں۔

متن پر سوالات 24.2

1. شاعر کس بات سے بے خبر ہے؟
   (الف) شادی کی سالگرہ
   (ب) شاعری کی سالگرہ
   (ج) ممدوح کی سالگرہ
2. مبالغہ کسے کہتے ہیں؟
   (الف) کسی بات کو گھٹا کر بیان کرنا
   (ب) کسی بات کو بڑھا کر بیان کرنا
   (ج) کسی بات کی تشریح کرنا

24.10 متن کی تشریح

ہو گہر بار تجھ آگے جو سحابِ نیساں
برق ہوکر متبسم اسے مارے چشمک

اب شاعر اصل موضوع کی طرف آتا ہے اور اپنے ممدوح کی تعریف شروع کرتا ہے۔ یہ قصیدہ کا سب سے اہم حصہ ہوتا ہے۔ شاعر کہتا ہے میرا ممدوح بہت سخی اور فیاض ہے۔ جب بارش ہوتی ہے تو بجلی کڑک کر اس کا مذاق اُڑاتی ہے اور چمک کر کہتی ہے کہ تو بھلا میرے محبوب کا کیا مقابلہ کرے گی وہ تو دریا دل ہے۔ مبالغہ سے کام لیتے ہوئے شاعر نے ممدوح کی سخاوت کی تعریف کی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ بارش بھی اتنی تیزی سے نہیں برستی جتنی تیزی سے وہ دولت بانٹتا ہے۔ سحابِ نیساں کی مناسبت سے شاعر نے گہر بار کا لفظ اس لیے استعمال کیا ہے کیونکہ عام روایت ہے کہ نیساں کا ایک قطرہ جب سیپ کے اندر گرتا ہے تو وہ موتی بن جاتا ہے۔

24.11 زبان کے بارے میں

بارش ہونے پر بجلی کا چمکنا ایک عام بات ہے۔ لیکن شاعر اس کی وجہ یہ بیان کر رہا ہے کہ بجلی کڑک کر بارش کا مذاق اڑا رہی ہے اور کہہ رہی ہے کہ تو جتنا بھی برس لے ہمارے ممدوح کی عنایتوں کی بارش کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ اسے اصطلاح میں حسن تعلیل کہتے ہیں۔

24.12 متن کی تشریح

حلم تیرے کے جو ہم وزن فلک سے کچھ شے
ڈال دیوے زرہِ سہو و خطا کوئی ملک
صدمہ ایسا کمر گاوِزمیں کو پہنچے
شاخیں ہر چند وہ کھینچوائے تو نکلے نہ کسک

ان اشعار میں شاعر اپنے ممدوح کی بُردباری کی تعریف کرتا ہے۔ کہتا ہے کہ وہ نہایت سنجیدہ اور باوقار شخص ہے۔ ایک عام روایت بیان کی جاتی ہے کہ کسی گائے کی سینگ پر یہ زمین ٹکی ہوئی ہے۔ اگر ممدوح کی بردباری کے ہم وزن کوئی چیز آسمان سے زمین پر گرائی جائے تو اس گائے کی کمر بوجھل ہو جائے۔ وہ اسے سیدھی کرانے کی لاکھ کوشش کرے مگر وہ سیدھی نہ ہو پائے اور اس کی تکلیف میں کوئی کمی نہ ہو۔

24.13 زبان کے بارے میں

''زرہِ سہو و خطا'' میں زرہ مخفف ہے۔ دراصل یہ ازراہِ تھا، مگر ضرورت شعری کی بنا پر ''زرہِ'' کر لیا گیا۔ دردِ کمر سے نجات پانے کے لیے عام طور پر مالش کرواتے ہیں۔ اس سے رگیں کھینچتی ہیں۔ اسے شاخیں کھینچوانا کہتے ہیں۔

24.14 متن کی تشریح

تجھ کو للکار کے میداں میں صفِ مرداں کی
سامنے آئے ترے کون ہے ایسا مردک

اس شعر میں شاعر اپنے ممدوح کی بہادری کی تعریف کرتا ہے۔ وہ بہت بہادر، جوانمرد اور نڈر ہے۔ جب وہ میدان جنگ میں آگے نکلتا ہے تو سب خوف کے مارے پیچھے ہٹ جاتے ہیں۔ کسی مرد کی مجال نہیں کہ وہ مقابلہ کے لیے سامنے آئے۔ وہ مقابلہ سے پہلے ہی ڈر جاتے ہیں۔

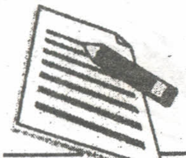

نوٹ

24.15 زبان کے بارے میں

''مردک''اسم تصغیر ہے جو'مرد' میں 'ک' لگا کر بنایا گیا ہے۔
کبھی کبھی حقارت یا کم تر کے معنی پیدا کرنے کے لیے الفاظ میں چند حروف کا اضافہ کرتے ہیں۔ کسی لفظ میں ''چہ'' لگا کہ یہ اضافہ کیا جاتا ہے۔ جیسے

کتاب سے　　کتابچہ

باغ سے　　باغیچہ

متن پر سوالات 24.3

1. ''گاؤ زمین'' سے کیا مراد ہے؟
   (الف) وہ گائے جو دودھ دیتی ہے
   (ب) گاؤ تکیہ جس سے ٹیک لگا کر بیٹھتے ہیں
   (ج) وہ گائے جس کی سینگ پر زمین ٹکی ہوئی ہے
2. ''مردک'' کیا ہے؟
   (الف) اسم تصغیر
   (ب) اسم تفصیل
   (ج) اسم مبالغہ
3. شاعر نے ممدوح کی کن خوبیوں کی تعریف کی ہے؟
   (الف) سخاوت، شرافت اور حیا
   (ب) سخاوت، حلم اور بہادری
   (ج) شرافت، علم اور بہادری
4. جب ممدوح میدان جنگ میں آگے نکلتا ہے تو اسکے مقابلے کے لیے کون آتا ہے؟
   (الف) بہادر لوگ
   (ب) بڑے بڑے لوگ
   (ج) کوئی نہیں

24.16 متن کی تشریح

ختم کر اب تو دعائیہ پہ سودا یہ کلام
آمیں کرنے کو گئے باب اجابت پہ ملک
یا الٰہی جو یہ تیرا ہے چراغِ دولت
تا ابد اس سے منور رہے قندیل فلک

یہ قصیدہ کا آخری حصہ ہے۔ اس میں شاعر دعائیہ کلمات پر اپنی بات ختم کر رہا ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ ہم نے اپنے ممدوح کے لیے جو دعائیں مانگی ہیں اس پر آمین کہنے کے لیے فرشتے قبولیت کے دروازے پر گئے ہیں۔ چونکہ شاعر خود وہاں تک نہیں پہنچ سکتا۔ اس لیے فرشتے اس کی دعاؤں کو خدا کے حضور قبولیت کے لیے لے گئے ہیں تا کہ شاعر کا ممدوح ہمیشہ خوش وخرم رہے اور لوگوں کو مالا مال کرتا رہے۔ اس کی عزت و دولت قائم رہے۔

24.17 زبان کے بارے میں

''باب'' کے معنی ہیں دروازہ اور اجابت کے معنی قبولیت۔ ''باب اجابت'' قبولیت کے دروازے کو کہتے ہیں جہاں سے کوئی دعا ناکام واپس نہیں آتی بلکہ خدا اسے قبول کر لیتا ہے۔

متن پر سوالات 24.4

1. یہ اشعار قصیدہ کا کون سا حصہ ہے؟
   (الف) تشبیب
   (ب) مدح
   (ج) مقطع
2. باب اجابت پہ آمین کہنے کے لیے کون گیا ہے؟
   (الف) فرشتے
   (ب) شاعر
   (ج) سبھی لوگ

24.18 انداز بیان

سوداؔ اردو قصیدہ نگاری میں اپنی انفرادیت کے لیے مشہور ہیں۔ ان کے قصائد میں شکوہِ الفاظ، متانت اور جوش بیان پوری طرح جلوہ گر ہوتے ہیں۔ انہوں نے قصائد کو اپنے حسن بیان سے نہایت شگفتہ اور سلیس بنا دیا ہے۔ فارسی تراکیب کے ساتھ ساتھ نرم اور سبک ہندی الفاظ کا استعمال ان کے قصیدوں میں ایک عجیب لطیف پیدا کر دیتا ہے۔ ان کا انداز بیان دلچسپ، منفرد اور متاثر کن ہے۔

آپ نے کیا سیکھا

- سوداؔ نے اپنی قصیدہ نگاری میں پُر شکوہ الفاظ کا استعمال کیا ہے۔
- جب شعر میں ایک اصل کے کئی الفاظ لائے جائیں تو اسے صنعت اشتقاق کہتے ہیں۔
- کسی بات کو بڑھ چڑھا کر بیان کرنے کو مبالغہ کہتے ہیں۔
- کسی عمل کے واقع ہونے کی وجہ کچھ اور ہو لیکن شاعر اس کے لیے کوئی اور سبب بیان کرے تو اُسے حسن تعلیل کہتے ہیں۔
- کبھی کبھی حقارت یا چھوٹا پن کے معنی پیدا کرنے کے لیے الفاظ میں چند حروف کا اضافہ کرتے ہیں۔ اسے اسم تصغیر کہتے ہیں۔

24.20 مزید مطالعہ

سوداؔ کا ایک مشہور قصیدہ شہر آشوب ہے۔ اس میں انہوں نے دلّی شہر کی زبوں حالی کی سچی اور دلچسپ تصویر پیش کی ہے۔ اسے ضرور پڑھیے۔

24.23 اختتامی سوالات

1. قصیدے کے اجزائے ترکیبی بیان کیجیے۔
2. حسنِ تعلیل کسے کہتے ہیں؟
3. کس شعر کے ذریعہ شاعر نے ممدوح کی سخاوت کی تعریف کی ہے؟ اسے کاپی پر لکھیے۔
4. سوداؔ کے انداز بیان پر روشنی ڈالیے۔
5. اس شعر کی تشریح کیجیے۔

تجھ کو للکار کے میداں میں صفِ مرداں کی
سامنے آئے ترے کون ہے ایسا مردک

متن پر سوالات کے جوابات

24.1 (1) ب (2) الف (3) الف (4) ب

24.2 (1) ب (2) ب

24.3 (1) ج (2) الف (3) ب (4) ج

24.4 (1) ج (2) الف